AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

Iconography and Social Psychology

تمثال نگاری اور سماجی نفسیات

حافظ غلام مرتضی
لیکچرار شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد عطااللہ
صدرِ شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور

Abstract

Imagery is a term that indicates multiple symbolic relations between human mind and the universe. Imagination is the basic tool that relates the natural objects with each other and the human mind creates new concepts and philosophies through its imaginative powers. It has three stages. First stage is observation which is analyzed in second stage and then reconstructed in the form of literature. In this process Imagery becomes a term that relates human mind with collective psyche of the society. It is often related to the collective subconscious of a particular civilization. In this essay we have tried to explain imagery as a term and as phenomena in literature.

Key words: تمثال نگاری۔ لاشعور۔ سماجی شعور۔ اجتماعی نفسیات۔ تہذیبی رویے۔ علامتی طرزِ فکر

شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے نقاد کا بنیادی فریضہ کیا ہے؟ محض تشریح؟ شعر کے ادبی مقام کا تعین؟ یا اس پر مستزاد کچھ ایسے پہلو جو ایک عام قاری کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں؟ مثال کے طور پر ممکن ہے کہ شاعر کی شخصیت میں کچھ ایسی نفسیاتی الجھنیں شامل ہوں جو مرورِ ایام کے ساتھ اس کے ماتھے کی گرہیں بن گئی ہوں اور اب شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کے اشعار میں جھلکتی ہوں۔ یا مثلاً ممکن ہے کہ شاعر کا سماجی پس منظر کسی خاص تہذیب کا آئینہ دار ہو اور اس کے فکری رجحانات کو مخصوص سمت دے رہا ہو۔ تو کیا نقاد کا منصب یہ ہے کہ وہ شاعر کے کلام میں پوشیدہ ان خزانوں تک رہنمائی کر سکے جو کسی حمام باد گرد میں کسی حاتم کے منتظر ہیں؟ یقیناً ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ ممکن کیسے ہو؟ نقاد کے پاس وہ کونسے اوزار ہیں جن کی مدد سے کسی شخصیت کی پیچ در پیچ الجھنوں کی گرہ کشائی ہو سکے؟ اس تحریر کا مقصد تنقید شعر کے ایک ایسے ہی پہلو کا احاطہ کرنا ہے جو میری دانست میں تخلیق کار کی نفسیاتی ساخت اور اس کی شخصیت پر مرتب ہونے والے سماجی اثرات تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ نقاد کا یہ اوزار تمثال نگاری

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

کا مطالعہ اور اس کی تشریح ہے۔ ایک نقاد کی حیثیت سے جب ہم کسی نظم یا غزل کو اِس کے فنّی محاسن کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں یا اسکی ساخت میں مضمر خصوصیات کے حوالے سے ادب میں اس کا مقام متعیّن کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں اِصطلاحات کے ایک طویل سِلسلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اصطلاحات بیرونی نہیں بلکہ خود تخلیق سے جنم لیتی ہیں اور تخلیقی عمل کی تفہیم و تشریح میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہر فن پارہ اپنے تخلیقی اصول خود متعین کرتا ہے اور عظیم ادب وہ ہے جو اپنی اکملیت کے سبب نہ صرف ہم عصر ادبی تخلیقات کے لیے معیار کے تعین کا پیمانہ بن جاتا ہے بلکہ آنے والے زمانوں میں بھی تنقیدی اصولوں کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

تخلیقات سے جنم لینے والی اصطلاحات کا یہی سِلسلہ ادبی تنقید میں شاعر کے ذہن تک رسائی کا بنیادی ڈھانچہ یا تنظیمی اصول ہے۔ اُردو کی کلاسیکی تنقید میں عربی اور فارسی ادب کے اثرات کے تحت ان اصطلاحات کے ایک مخصوص نظام کی تشکیل ہوئی تھی۔ تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجازِ مرسل، صنائع شعری وغیرہ جیسی اصطلاحات شاعری کی بُنت اور آتش کے الفاظ میں مرصع کاری کا احاطہ تو کرتی تھیں لیکن اس تنقیدی نظام کی شعر کے فنی محاسن اور تشریح سے ماورا حقائق تک رسائی کی صلاحیت نہیں تھی۔ 1857 کے بعد ہماری فکری اور ادبی تاریخ نے ایک کروٹ لی اور دیگر علوم کے ساتھ ساتھ تنقید شعر میں بھی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ میں یہاں مولانا حالی کے اس سیاسی تفکر اور فرمائشی تنقید کی بات نہیں کر رہا جس نے شعر کو مخصوص اصولوں کا پابند کرنے کی کوشش کی بلکہ میری مراد اس طرزِ فکر سے ہے جس نے نقاد کو محض تاثرات بیان کرنے اور شعر کے حسن و قبح تک محدود رہنے کی بجائے اسے شاعر کے سماجی اور نفسیاتی پس منظر سے ملانا اور تنقیدِ حیات کے طور پر دیکھنا سکھایا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں علم و ادب کی ترقی کے ساتھ ساتھ ادبی تنقید میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ تبدیلیاں درحقیقت تخلیقی عمل کو گہرائی میں سمجھنے کی طرف پہلا قدم تھا۔ تخلیقی عمل کو تخلیق کار کی شخصیت اور اس کے سماجی پس منظر کے تناظر میں سمجھنے اور شاعر کے وجدانی سرچشموں کا سُراغ لگانے کے لیے ادبی تنقید میں اکثر نفسیاتی اور عمرانی علوم کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے تنقید میں کچھ ایسی اصطلاحات بھی رائج ہو گئی ہیں جن کا تعلق بیک وقت مختلف علوم کے ساتھ ہے۔ امیجری یا تمثال نگاری بھی ایک ایسی ہی اصطلاح ہے جس کا تعلق بنیادی طور پر مغربی تنقید کے ساتھ ہے۔ یہ اصطلاح دراصل تخلیق کار اور قاری کے درمیان ایک رشتے کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اضافی نوعیت کا حامل ہے یعنی مختلف قارئین کے لیے مختلف نتائج رکھتا ہے۔ تخلیق کار کی بنائی ہوئی تصویر اس کے اپنے تہذیبی اور نفسیاتی پس منظر کی عکاس ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ یہ تصویر قاری کے ذہن میں بھی اسی طرح مرتب ہو جیسے تخلیق کار کے ذہن میں ہوئی۔ ڈلاس نے اپنی 1866 میں چھپنے والی کتاب "The Gay Science" میں لکھا ہے؛

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

"The artist appeals to the unconscious part of us….the production of imagery belong to the general action of the mind, in the dusk of unconsciousness."[1]

"Biographia Literaria" کولرج نے تمثال نگاری کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا ہے؛

: "The poet, described in ideal perfection, brings the whole soul of man into activity, with the subordination of its faculties to each other, according to their relative worth and dignity. He diffuses a tone and spirit of unity, that blends, and (as it were) fuses, each into each, by that synthetic and magical power, to which we have exclusively appropriated the name of imagination."[2]

یہاں کولرج نے تمثال نگاری کو ایک ایسی تخلیقی قوت قرار دیا ہے جو انسانی ذہن کی مختلف صلاحیتوں کو متحد کرتی ہے اور روحانی اتحاد کا احساس پیدا کرتی ہے۔ یہ خیال درحقیقت تمثال نگاری کے قدیم یونانی تصور سے مطابقت رکھتا ہے جس میں شاعری کو الہامی قرار دیا جاتا تھا۔

مزید یہ کہ ہر قاری اسے اپنی نفسیاتی ساخت اور مخصوص سماجی تناظر میں دیکھتا ہے اس لیے ہر قاری کے لیے یہ تصویر الگ حیثیت کی حامل ہے۔ چنانچہ امیجری یا تمثال نگاری کی تفہیم اور اثر پذیری کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ تخلیقی عمل کے صدیوں پر محیط سلسلوں کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیسویں صدی میں ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے کے باوجود امیجری کسی مخصوص عہد یا تحریک تک محدود نہیں بلکہ ہر دور کی شاعری میں شعوری یا لاشعوری طور پر امیجری موجود رہی ہے البتہ تنقید میں اسے نفسیاتی اور شخصی حوالے سے بیسویں صدی میں ہی دیکھا گیا۔

ٹی ایس ایلیٹ نے "Tradition and the individual talent" میں تمثال نگاری کے حوالے سے لکھا ہے؛

"Poetry is not a turning loose of emotion, but an escape from emotion; it is not the expression of personality, but an escape from personality. But, of course, only those who have personality and emotions know what it means to want to escape from these things."[3]

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

ایلیٹ کا یہ بیان تمثال نگاری کے اس پہلو کو آشکارا کرتا ہے جس میں شاعر اپنی ذات سے نکل کر ایک وسیع تر اجتماعی شعور سے جڑتا ہے۔ یہاں وہ تمثالی زبان کو ذاتی احساسات سے نکلنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں جو اس اصطلاح کی پیچیدگی کو اور بھی واضح کرتا ہے۔

بیسویں صدی میں اگرچہ امیجری اور امیج ازم کے حوالے سے بہت سے تنقیدی خیالات پیش کیے گئے (جن میں سے بیشتر انگریزی سے براہ راست ترجمہ کیے گئے تھے اور امیجری یا تمثال نگاری کا درست تصور واضح کرنے کی بجائے اسے الجھانے اور پیچیدہ بنانے کا سبب بنے) لیکن اس اصطلاح کا عملی اطلاق بہت ہی کم نظر آیا اور کسی نے شاعری یا ادب کو امیجری کے حوالے سے پرکھنے کی کوشش نہیں کی۔ زیادہ زور اسی بات پر رہا کہ یہ شاعرانہ مصوری ہے۔ کبھی اسے محاکات سے تعبیر کیا گیا جو منظر نگاری ہی ہے اور کبھی نفسیاتی اصطلاح قرار دے کر الجھا دیا گیا۔ بہر صورت امیجری یا تمثال نگاری اردو نقادوں کی توجہ حاصل نہ کر سکی اور صرف نظریاتی بحث تک محدود رہی۔ غالب امکان ہے کہ اگر اس اصطلاح کا درست اطلاق کیا جاتا تو بہت سے شعرا جن کے بارے میں کسی مخصوص تصور یا نظریے کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے شاید اس الزام سے بچ جاتے۔

ولیم ورڈزورتھ نے اپنے مشہور مقدمے "Preface to Lyrical Ballads" میں تمثال نگاری کے عنصر کو شاعری کی روح قرار دیتے ہوئے لکھا؛

"All good poetry is the spontaneous overflow of powerful feelings: it takes its origin from emotion recollected in tranquility: the emotion is contemplated till, by a species of reaction, the tranquility gradually disappears, and an emotion, kindred to that which was before the subject of contemplation, is gradually produced, and does itself actually exist in the mind."[4]

ورڈزورتھ کا یہ بیان تمثال نگاری کے جذباتی پہلو پر روشنی ڈالتا ہے جس میں وہ اسے محض تصویری عنصر کی بجائے جذبات کی گہرائی سے پیدا ہونے والی ایک قوت قرار دیتے ہیں۔ یہاں تمثال نگاری ایک ایسے ذریعے کے طور پر سامنے آتی ہے جو شاعر کے اندرونی جذبات کو محسوس کرنے اور پھر انہیں تخلیقی طور پر ظاہر کرنے کا سبب بنتا ہے۔

ادب کی تشریحات کے جدید تصورات کے ساتھ ہی بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں دیگر ادبی تحریکوں کے ساتھ ساتھ امیجری ایک باقاعدہ تحریک کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اِس تحریک کے بانیوں میں ہیوم، فلنٹ، لوول اور سب سے بڑھ کر ایذرا پاؤنڈ کے نام اہم ہیں۔ ان شخصیات نے تخلیقی اور تنقیدی سطح پر امیجری کا موجودہ تصور رائج کرنے کے لیے بہت

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

محنت کی۔ایذرا پاؤنڈ نے ۱۹۱۲ء میں "Ripostes" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ پاؤنڈ کی اِس کتاب کو امیجزم تحریک کا سنگِ اوّلین کہا جاسکتا ہے۔اس کتاب میں ایذرا پاؤنڈ نے پچیس نظموں کا ایک انتخاب دیا جس کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ شاعری میں زبان کا استعمال اختصار اور جامعیت سے کیسے کیا جائے اور یہ کہ تمثال نگاری کی کیا اہمیت ہے۔اسی کتاب میں ایذرا پاؤنڈ نے پہلی بار "تمثال نگاری" کی اصطلاح استعمال کی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اِس تحریک نے زور پکڑا اور ۱۹۱۴ء میں امیجسٹ سکول کا پہلا انتخابی مجموعہ "Des Imagist" کے نام سے شائع ہوا۔اِس انتخاب میں امریکہ اور برطانیہ کے کئی شعرا کا کلام شامل ہے۔اِسی طرح اِس تحریک کے ضمن میں ایذرا پاؤنڈ کا ۱۹۱۶ء میں شائع ہونے والے مجموعہ "Cathay" بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس مجموعے کی اشاعت کے ساتھ ہی مغرب میں تمثال نگاری کی تحریک نے ایک باقاعدہ صورت اختیار کر لی تھی۔ مشرق، خاص طور پر اردو ادب میں مغربی مصنّفین ، نقادوں اور شعرا کے مطالعہ کے زیر اثر جہاں دوسری بہت سی تبدیلیاں آئیں ہیں۔ وہاں ادبی تنقید میں شاعری کو سمجھنے کیلئے نئے ذرائع سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مغربی تنقید کے زیر اثر اردو ادب کے نقادوں نے بھی امیجری کے حوالے سے فن پاروں کے تجزیئے کی کوشش کی ہے۔

جیمز جائس کا تمثال نگاری کے بارے میں خیال اور بھی دلچسپ ہے، انہوں نے اپنی کتاب "پورٹریٹ آف دی آرٹسٹ ایز اے ینگ مین" میں شاعرانہ تمثال نگاری کو ایسے بیان کیا ہے؛

"The image, it is clear, must be set between the mind or senses of the artist himself and the mind or senses of others. If you bear this in memory you will see that art necessarily divides itself into three forms progressing from one to the next. These forms are: the lyrical form, the form wherein the artist presents his image in immediate relation to himself; the epical form, the form wherein he presents his image in mediate relation to himself and to others; the dramatic form, the form wherein he presents his image in immediate relation to others."[5]

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

جائس کا یہ تصور تمثال نگاری کو صرف ذاتی اظہار نہیں بلکہ ادب کی مختلف اصناف کے لیے ایک بنیادی ڈھانچہ قرار دیتا ہے۔ان کے نزدیک تمثال نگاری کا تعلق ایک سے زیادہ محرکات سے ہے- تخلیق کار کا اپنے آپ سے تعلق،دوسروں سے تعلق اور پھر ان تعلقات کا ایک ساتھ اظہار۔

جب اردو ادب میں امیجری کی اصطلاح کا استعمال شروع ہوا تو ہمارے سامنے سب سے پہلا مسئلہ امیجری کے لیے ایک ایسی متبادل اصطلاح تلاش کرنے کا تھا جو نہ صِرف اِس اصطلاح کے معانی کو پوری طرح واضح کرے بلکہ اُسکی متعلّقہ اصطلاحات کا احاطہ بھی کرے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصطلاح معاشرے کی اجتماعی نفسیات اور اجتماعی لاشعور کی نمائندگی کرتی ہے۔انسان تصویروں کی صورت میں سوچتا ہے اور اس کے تصورات میں موجود یہ تصویریں علامتی جہات کی حامل ہوتی ہیں۔انسانی ذہن میں موجود کوئی تصویر تنہا نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو باہم مربوط اور پیوست ہے۔غالب نے کہا تھا کہ " توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا" ۔یعنی تمثال انسانی ذہن کی کثیر الجہتی کی علامت ہے۔اور انسان کے لاشعوری محرکات کی نمائندگی کرتی ہے۔اسی لیے اِس سلسلے میں مختلف نقادوں نے مختلف الفاظ کو امیجری کے متبادل کے طور پر استعمال کیا۔ بعض اوقات اِسے پیکر تراشی کا نام دیا گیا اور بعض نے تصویر کاری کا۔ بعض نقادوں نے خیال ظاہر کیا کہ محاکات امیجری کی متبادل اصطلاح کے طور پر موزوں ہے لیکن اِس سلسلے میں ہادی حسین کی رائے سب سے معتبر محسوس ہوتی ہے۔انہوں نے امیجری کا ترجمہ "تمثال کاری" کیا اور امیج کیلئے تمثال کی اصطلاح استعمال کی۔"شاعری اور تخیّل" میں امیج کی متبادل اصطلاح پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں" :امیج کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کی نقل،چربہ،خاکہ،بُت،تصویر،یا مجسمہ۔نفسیات میں اِس سے مراد ہے کسی گذرے ہوئے حسی یا ادراکی تجربے کی یاد یا اِسکا باقی ماندہ تاثر یا ذہنی نقشہ نفسیات میں اِس کا ترجمہ کبھی "شبیہ" کے لفظ سے اور کبھی "خیال" کے لفظ سے کیا جاتا ہے اور امیجری کے لیے بحیثیت مجموعی متخیلہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔ غالباً "تصور" یا "خیال" امیج کے مفہوم کو ادا کرنے کیلئے بہترین لفظ ہیں لیکن چونکہ یہ دونوں الفاظ ہمارے یہاں مخصوص معنوں میں متداول ہیں۔اِس لیے ہم نے اِن میں سے کسی کو منتخب نہیں کیا۔ہم نے "تمثال" کو سب دوسرے ممکن الفاظ پر اِس لیے ترجیح دی ہے کہ اوّل تو اِسمیں شبیہ اور تصویر کے معنی پائے جاتے ہیں اور دوسرے یہ لفظ ابھی تک ہمارے یہاں کی ادبی تنقید میں کسی خاص مفہوم کیلئے وقف نہیں ہوا۔امیج کی متبادل اصطلاح کے طور پر تمثال اِس لیے بھی موزوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ امیج کی دیگر متعلقہ اصطلاحات کا احاطہ بھی کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمثال نگاری محض ایک ادبی اصطلاح نہیں بلکہ انسانی ذہن اور تخلیقی عمل کے مابین ایک پیچیدہ رشتہ ہے جو ہمیں تخلیق کار کی نفسیاتی اور سماجی دنیا تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ہم نے دیکھا کہ یہ رشتہ تین مراحل سے گزرتا ہے:

AL-ZUMAR
Vol. 3 No. 01 (2025)
Al-Zumar
Online ISSN: 3006-8355
Print ISSN: 3006-8347

مشاہدہ، تجزیہ اور سماجی تصورات کی تشکیل کی بازیافت۔ مغربی تنقید میں یہ اصطلاح کولرج، ایلیٹ، ورڈزورتھ اور ایذرا پاؤنڈ جیسی شخصیات کے توسط سے مضبوط بنیادوں پر استوار ہوئی، جبکہ اردو تنقید میں اگرچہ یہ بحث نسبتاً نئی ہے لیکن اس کی اہمیت تسلیم کی جاچکی ہے۔ ہادی حسین جیسے اہم نقادوں نے تمثال نگاری کی اصطلاح کو اردو میں متعارف کروایا اور اس کے استعمال کی راہیں ہموار کیں۔ مجموعی طور پر تمثال نگاری ہمیں نہ صرف شاعر کی انفرادی شخصیت بلکہ پورے معاشرے کی اجتماعی نفسیات کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ یہ تنقید کا وہ آلہ ہے جس کے ذریعے ہم کسی ادبی تخلیق میں پوشیدہ تہذیبی، تاریخی اور نفسیاتی لایوں کو کھول سکتے ہیں اور یوں ادب میں نئے معانی اور گہرائیوں کو دریافت کر سکتے ہیں۔ مستقبل میں اردو تنقید میں تمثال نگاری کے فروغ اور اس کے علمی اور تجزیاتی استعمال سے اردو ادب کے مطالعے میں نئے افق کھلنے کی امید ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈلاس، ای. ایس. (1866). *The Gay Science*. (لندن: چیپمین اینڈ ہال، صفحہ 153.

2۔ کولرج، ایس. ٹی. (1817). *Biographia Literaria*. (لندن: رسٹ فیمز، باب 14، صفحہ 202.

3۔ ایلیٹ، ٹی. ایس. (1919). "تراڈیشن اینڈ دی انڈیویجول ٹیلنٹ"، *The Sacred Wood: Essays on Poetry and Criticism*. لندن: میتھوئن اینڈ کمپنی، صفحہ 58.

4۔ ورڈزورتھ، ولیم. (1800) "Preface to Lyrical Ballads"، *Lyrical Ballads, with Other Poems*. لندن: لونگمین، صفحہ xxxvi.

5۔ جوائس، جیمز. (1916). *A Portrait of the Artist as a Young Man*. (نیو یارک: بی. ڈبلیو. ہیوبش، صفحہ 214-215.

6۔ ہادی حسین. (1987) شاعری اور تخیّل. لاہور: مجلس ترقی ادب، صفحہ 87.

Related Articles:

Arshad, W., Arshad, S., Naeem, M., & Sanaullah, S. (2025). Existentialism: Theories and philosophical principles. *Journal of Applied Linguistics and TESOL*, 8(1), 41–47.

Arshad, W., Maqsood, A., Zaidi, S. S., Haroon, M., Qadir, U. M., Sultana, U., Arshad, S., Haq, M. I. U., & Sanaullah, S. (2024). *Kalam-e-Iqbal: Current requirements and our priorities*.

Arshad, W., Naeem, M., Sardar, N., & Arshad, S. (2025). Evolutionary stages of translation in the Urdu language. *Al-Aasar*, **2**(1), 77–81.

Attaullah, M., Hameed, A., & Murtaza, H. G. (2023). Transcendental idealism and issues in Urdu research. *Jahan-e-Tahqeeq*, **6**(3), 30–36.

Attaullah, M., Ovaisi, M. A., & Arshad, W. (2023). Indirect contributions of the neocolonial era on Urdu language. *Makhz (Research Journal)*, **4**(3), 321–329.

Awaisi, M. A., Attaullah, M., & Arshad, W. (2023). Modern Urdu fiction and Sufism: An analytical study. *Makhz (Research Journal)*, **4**(4), 157–166.

Iqbal, J., & Murtaza, H. G. (2021). Nationalism on the horizon: Allama Iqbal's criticism of Western nationalism. *Jahan-e-Tahqeeq*, **4**(1), 108–128.

Murtaza, H. G., & Ataullah, M. (2024). Dr. Tariq Aziz's literary services. *Research Journal Tahqeeqat*, **3**(3), 121–134.

Murtaza, H. G., & Khanum, A. (2023). Background of Urdu script. *Noor e Tahqeeq*, **7**(3), 45–55.

Naeem, M., Arshad, W., Sanaullah, S., & Arshad, S. (2025). “Chand Gehan, Daan Aur Daastaan” by Intizar Hussain: An analytical study. *Al-Aasar*, 2(1), 82–91.

Ovaisi, A., & Arshad, W. (2024). The travelogue of Mahmood Nizami “Nazar Nama”: Analytical study. *Tahqeeq-o-Tajzia*, 2(1), 1–14.

Qudoos, H. M. A., & Murtaza, H. G. (2022). Style, stylistics and stylistic criticism: Basic discussions. *Dareecha-e-Tahqeeq*, 3(4), 95–104.

Qudoos, H. M. A., & Murtaza, H. G. (2023). Scholarly and literary services of Maherul-Qadri. *Dareecha-e-Tahqeeq*, 4(1), 72–79.